المعاصرة سبب المنافرة

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی

معاصرین اور ہمچشموں کے مقابلے میں:

عربی کا ایک مقولہ ہے المعاصرة سبب المنافرة یعنی ہمعصری باہم نفرت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ عادت قریباً طبیعت ہو چکی ہے کہ جو "ہم فن" اہل کمال ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراف کماحقہ نہیں کرتے۔ (الا ماشاء اللہ) جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹٹولے جائیں تو ان کی باہمی بے پرواہی رقابت کے اثر سے کم وبیش پرخاش ومغائرت کی حد تک ترقی کیئے ہوئے نظر آئے گی۔ شیخ سعدی کے زمانے میں ایک اور فارسی کا شاعر امامی ہروی تھا۔ اس زمانے کے لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ دونوں میں سے کون زیادہ باکمال ہے۔ چنانچہ ہمگر شیرازی ایک تیسرا شاعر اس بارے میں حَکَم قرار دیا گیا اور اس نے امامی کو سعدی سے افضل بتایا۔ یہ غلط فیصلہ تھا جس کے غلط ہونے میں گذشتہ چھ سو برس کے عرصے میں شاید کسی کو کلام ہوا ہو۔ مگر معاصرت کے اثر نے ہمگر کو اس غلطی کا ادراک نہیں ہونے دیا۔

ہم جن علماء کے حالات آپ کو سنا رہے ہیں ان کے جوش حق پرستی نے کبھی معاصرین کے فضل وکمال سے چشم پوشی نہیں کرنے دی۔ واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ وہ بزرگ جوہر اور کمالات کے پرکھنے والے تھے اور جن میں یہ جوہر ہوتا تھا ان کا معاصرین میں، عمر میں چھوٹا ہونا، طبقے میں نیچا ہونا یا مذہباً مخالف ہونا ان کی قدر شناسی کو کم نہیں کر سکتا تھا۔ امام اعظمؒ امام مالکؒ سے عمر میں تیرہ برس بڑے تھے اور طبقے میں عالی۔ لیکن جب ان سے ملے تو اس ادب سے ملے جیسے چھوٹے بڑوں سے ملتے ہیں۔ شاعر مشہور ابواسحٰق عقیدے کا صابئ تھا مگر جب وہ مرا تو محض قدردانی کمال کے لئے ہاشمی نسب شریف رضی نے اس کا مرثیہ لکھا اور لوگوں کے طعن کی کچھ پروا نہیں کی۔ معاصرین کے فضل وکمال کا اعتراف اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ معاصرین علی الاعلان ان کو اپنے آپ سے زیادہ عالم وکامل بتائیں۔ ان کی جلالت کے سامنے اپنی بے مائیگی کا اقرار کریں اور جب کوئی مشکل پیش آئے تو ان سے اس کے حل کر دینے کا سوال کریں۔ یا وہ ان کی تصانیف پر اعتراض وتنقید کریں تو ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور دعائے خیر سے یاد کیا جائے۔ ایک موقع

☆الا بذکر اللہ تطمئن القلوب تو نعط الذنوب کو بہ یرضی علام الغیوب وبہ تفرج الکروب.☆

پر امام شعبی حضور ﷺ کے عہد مبارک کے جنگی معرکوں کا بیان کر رہے تھے ۔اتفاقاً حضرت ابن عمر کا گزر اسی راستے سے ہوا۔امام ممدوح کا بیان سن کر فرمایا کہ جس قوم کا یہ ذکر کر رہے ہیں میں اس کے دیکھنے والوں میں ہوں لیکن مغازی یہ مجھ سے زیادہ اور بہتر جانتے ہیں۲۔حضرت امام باقر نے ایک مرتبہ فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی شخص حج کے مسئلے عطا سے بہتر نہیں جانتا۳۔حضرت امام زین العابدین اپنے ایک شاگرد زید ابن اسلم کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے ۔لوگوں نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو پاک نفس امام نے فرمایا کہ جس کی صحبت میں دین کا نفع ہوتا ہے اس کے پاس انسان بیٹھتا ہی ہے ۔ایک دفعہ کا ذکر سنیئے کہ مدینہ طیبہ میں امام زہری امام ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گئے ۔اور وہاں دونوں نے ایک دوسرے کے علم کو جانچا۔جب عصر کے وقت وہ دونوں امام زمانہ باہر تشریف لائے تو زہری تو یہ کہتے نکلے کہ ربیعہ کا مثل مدینہ میں نہیں اور ربیعہ یہ فرماتے آئے کہ زہری کے رتبہ کو کوئی نہیں پہنچتا۴۔ابن اسحٰق اصفہانی جب بصرے گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث پڑھنی چاہی تو سب نے پوچھا کہ تمہارے شہر میں عباس ابن یزید نہیں ہیں۔انہوں نے کہا ہیں تو فرمایا ان کے ہوتے ہوئے تم ہمارے پاس کیوں آئے۵۔اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں افراد نہیں بلکہ گروہ کے گروہ حق کے گرویدہ تھے اور حسن تعلیم نے سب کے مذاق یکساں پاک وصاف کر دئے تھے۔امام عمرو ابن دینار امام زہری کے کمالات کا شہرہ سن کر فرمایا کرتے تھے کہ زہری کے پاس دھرا کیا ہے۔میں نے ابن عمر کو دیکھا ہے انہوں نے بھی دیکھا، میں نے ابن عباس کو دیکھا ہے جبکہ انہوں نے نہیں دیکھا۔انداز کلام صاف کہہ رہا ہے کہ ابن دینار کو کمال کا غرہ زہری سے بیزار کر رہا تھا۔حسن اتفاق کہ اسی عرصے میں امام زہری کا مکہ مکرمہ میں گزر ہوا۔جب ابن دینار نے یہ خبر سنی تو باوجود پاؤں سے معذور ہونے کے فوراً ملاقات کو تیار ہوئے اور خدام سے فرمایا کہ مجھ کو امام زہری کے یہاں لے چلو۔ملازموں نے تعمیل ارشاد کی اور امام ممدوح کی خدمت میں لے آئے جب ملے تو زیادہ گرویدہ ہوئے اور شب کو وہیں رہے۔صبح کو واپس آئے تو شاگردوں نے سوال کیا کہ کہیے امام زہری کو کیسا پایا۔اگلی رائے کو انصاف مغلوب کر چکا تھا۔فرمایا کہ واللہ ما رأیتُ مثل ھذا القرشی ابداً یعنی میں نے اس قریشی کا مثل کبھی نہیں دیکھا۶۔مولانا ابن مؤید رومی جب محقق دوانی کے پاس گئے تو محقق نے ان سے سوال کیا کہ روم سے ہمارے لئے کیا ہدیہ لائے۔مولانا نے علامہ خواجہ زادے کی تازہ تصنیف کتاب تہافہ پیش کی۔محقق نے اوقات فرصت میں مطالعہ کیا۔جب

تمام وکمال دیکھ چکے تو مولانا نے ابن موید سے فرمایا کہ خداتعالی تم کواور اس رسالے کے مصنف کو جزائے خیر دے۔میں بھی اس مبحث پر ایک کتاب لکھنے کے خیال میں تھا۔مگراللہ نے شرم رکھ لی۔اگر میں اس کتاب کے دیکھنے سے پہلے لکھ چکا ہوتا تو میری بڑی ہنسی ہوتی ۷۔جب تک حضرت سالم ابن عبداللہ زندہ رہے امام نافع نے فتوی نہیں دیا ۸۔(اور ہمارے ہاں تو استاذ کے مرنے کا انتظار بھی نہیں کیا جاتا سند لی اور جھٹ استاذ سے بڑا عمامہ باندھ کر مقابلے میں دارالافتاء پوری ڈھٹائی کے ساتھ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں (مدیر) حضرت سعید ابن المسیب کے پاس جب کوئی حاجت مند فتوی پوچھنے جاتا تو امام ممدوح فرماتے کہ سلیمان بن یسار کے پاس جاکر پوچھو اس لئے کہ آج وہ سب سے زیادہ بڑے عالم ہیں ۹۔حضرت قاسم (ابن محمد ﷺ ابن ابی بکرؓ) سے کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں کہ سالم (ابن عبداللہ ابن عمرؓ) تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مرتبہ سالم ہی کو حاصل ہے ۱۰۔

فراء نحوی اپنے ہم عصر اخفش اوسط سے ملنے گئے تو اخفش نے حاضرین سے کہا کہ تمہارے پاس لغت اور عربیت کا سردار آیا۔فراء نے کہا کہ جب تک اخفش زندہ ہیں اس وقت تک نہیں ۱۱۔حضرت عبداللہ ابن مسعود کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ ابن حبیش سے عربیت کے متعلق باتیں دریافت فرمالیا کرتے ۱۲۔قابوس نے جب اپنے والد سے یہ سوال کیا کہ آپ صحابہ کرام کی موجودگی میں علقمہ (تابعی) کے پاس کیوں جایا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس لئے جایا کرتا تھا کہ میں نے بعض صحابہ کو دیکھا تھا کہ وہ علقمہ کے پاس تشریف لے جاکر مسائل دریافت فرماتے تھے ۱۳۔خواجہ حسن بصری کو جب کوئی مشکل پیش آجاتی تو بذریعہ تحریر حضرت سعید ابن المسیب سے دریافت فرمالیتے ۱۴۔امام ابواحمد کو فن حدیث میں ایک بار اشکال پیش آیا تو انہوں نے اپنے معاصر ابن مندہ سے نیشاپور خط بھیج کر حل کرلیا ۱۵۔حضرت ابن عمر اکثر امام مجاہد (تابعی) کے گھوڑے کی رکاب تھام لیا کرتے ۱۶ تھے اشہب ابن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو امام مالکؒ کے حضور میں ایسا مؤدب بیٹھا دیکھا جیسے چھوٹے بڑوں کے سامنے بیٹھتے ہیں ۱۷۔امام اعظم امام مالک سے عمر میں تیرہ برس بڑے تھے اور طبقہ میں بھی ان سے عالی ہیں۔اسی واسطے امام ذہبی واقعہ بالا کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ ”اس سے امام ابوحنیفہؒ کے حسن ادب اور تواضع کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔اور حق یہ ہے کہ ان بزرگوں کی عظمت کے اصلی اسباب یہی صفات تھیں۔حسن ابن علی کہتے ہیں کہ جب رحیم بغداد میں آئے تو میں نے اپنے والد،امام احمد ابن حنبل،یحیی ابن معین اور ابن سالم

کوان کے سامنے ایسا بیٹھا دیکھا جیسے بچے بیٹھے ہوں ۱۸؎۔امام احمدابن حنبل کے پاس ایک بار امام ذہلی آئے تو امام ابن حنبل ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے دونوں اماموں کے رتبے میں اس قدر فرق تھا کہ لوگوں کواس تعظیم سے حیرت ہوئی ۔امام ممدوح نے صرف تعظیم ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ اپنے صاحبزادوں اور تلامذہ کوحکم دیا کہ ان سے جاکر حدیث حاصل کریں۔سفیان ابن عینیہ سے کسی نے کہا کہ شہر میں حسین ابن جعفی آئے ہیں۔ابن عینیہ یہ سن کر بے اختیار کھڑے ہوگئے اور فوراً ابن جعفی سے جاکر ملے ان کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ آج یہاں ایسا شخص وارد ہوا ہے جس کی فضیلت سب سے بڑھی ہوئی ہے؎ سننے کے قابل یہ بات ہے کہ ابن عینیہ ابن جعفی سے بیس برس تو عمر میں بڑے تھے اور طبقہ عالی میں تھے ۔امام محمدؒ اور امام شافعی میں جس قدر جزئیات میں اختلاف ہے ظاہر ہے باایں ہمہ امام محمد جتنی امام شافعی کی تکریم کرتے تھے اتنی کسی عالم کی نہیں کرتے تھے ۱۹؎۔امام بوشنجی کسی جنازے کی نماز پڑھانے تشریف لے گئے تھے جب واپس ہونے لگےتو امام ابوعمرو نے ان کے گھوڑے کی باگ تھامی،امام ابن خزیمہ نے رکاب اور امام جارودی نے چارجامہ درست کیا ۲۰؎۔شیخ ابواسحٰق شیرازی اپنے معاصر امام الحرمین سے ایک موقع پر یوں خطاب کررہے تھے **یامفیداھل المشرق والمغرب انت الیوم امام الائمۃ** یعنی اے مشرق ومغرب کے لوگوں کوفائدہ پہنچانے والے۔آج تم سارے اماموں کے امام ہو ۲۱؎۔حق پسندی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری محدث مشہور نے فن حدیث میں ایک کتاب المدخل فی الصحیح لکھی تھی ۔امام عبدالغنی مصری نے اس کا رد لکھا۔حاکم نے جب یہ رددیکھا تو امام مصر کی خدمت میں شکریے کا خط بھیجا اوران کے حق میں دعائے خیر کی ۲۲۔ذیل کی متفرق حکایتیں بھی ہمارے مدعا کوکسی نہ کسی پہلو سے ثابت کرتی ہیں ۔ابواسحٰق شاعر مشہور نے جب وفات پائی توشریف رضی نے مرثیہ لکھا۔لوگ یہ سن کر بگڑے اور کہا کہ افسوس ہے کہ خاندان نبوت سے ہوکرانہوں نے ایک صابئ کامرثیہ لکھنا روا سمجھا۔شریف ممدوح نے یہ اعتراض سناتو فرمایااور کیا خوب فرمایا: **انما رثیت فضلہ** (میں نے تواس کے کمال کامرثیہ لکھا ہے ۲۳)الحق۔

انمایعرف ذاالفضل من الناس ذووہ

حضرت سہل ابن عبداللہ تستری امام ابوداؤد کے پاس (جن کی سنن داخل صحاح ستہ ہے) تشریف لے گئے ۔امام نے ان کواہلاوسہلا کہہ کرلیا اور تعظیم سے بٹھایا جب حضرت ممدوح بیٹھ لئے تو امام موصوف

سے فرمایا کہ میں ایک کام کے واسطے حاضر ہوا ہوں ۔ابوداؤد نے ارشاد کیا کہ فرمائیے ۔حضرت سہل نے کہا کہ جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حتی الامکان میری درخواست مقبول ہوگی میں نہ کہونگا۔امام حدیث نے جب یہ منظور فرمالیا تو انہوں نے کہا کہ اپنی زبان جس سے احادیث نبویہ آپ نے روایت کی ہیں نکالئے تا کہ میں اس کو چوم لوں چنانچہ انہوں نے اپنی زبان نکالی اور انہوں نے چوم لی ۲۴۔المبرد اور ثعلب ادب کے دو مشہور اماموں میں بوجہ معاصرت چشمک تھی۔ جب المبرد کے انتقال کی خبر سنی تو ثعلب نے بہت تاسف کیا اور دردناک مرثیہ لکھا جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

۲۵۔ذهب المبرد وانقضت ایامه | ولیذهبنّ مع المبرد ثعلب

بیت من الآداب اضحی نصفه | خرباً وباقي النصف منه سیخرب

فتزودوا من ثعلب فبکاس ما | شرب المبرد عن قریب یشرب ۲۶۔

اس زمانے کی حق پسندی کی ایک مثال خطیب بغدادی کے دفن سے متعلق ہے خطیب کا وقت وفات قریب ہوا تو انہوں نے وصیت کی کہ میری قبر بشر حافی کے مزار کے قریب میں بنائی جائے ۔ بعد وفات محدثین نے ہر چند تلاش کی مگر کوئی جگہ اس بابرکت قبر کے پاس نہ ملی صرف ایک لحد تھی جو صوفی ابن زہران نے حالت حیات میں اپنے واسطے تیار کرائی تھی۔ہر ہفتہ ایک بار وہ اس میں جا کر لیٹتے اور کلام مجید ختم کرتے۔جس گنج مزار کو اس محنت سے انہوں نے پاک بنانا چاہا تھا خطیب کے وصیوں نے اسے تاکا اور ان سے استدعا کی۔ظاہر ہے کہ یہ کب قبول کرتے ۔وہ بزرگ گروہ مایوس ہو کر ان کے والد کے پاس گیا اور حال بیان کیا باپ نے بیٹے کو بلا بھیجا۔جب یہ آئے تو کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ قبر دیدو۔مگر ایک بات پوچھتا ہوں۔فرض کرو کہ تم کسی موقعے پر بشر حافی کے پاس بیٹھے ہوتے اور خطیب وہاں آتے تو تم کیا پسند کرتے کہ خطیب تم سے پائیں میں بیٹھ جائیں ۔ابن زہران نے کہا نہیں میں اپنی جگہ ان کے واسطے خالی کر دیتا۔نکتہ شناس باپ نے کہا کہ بس یہی معاملہ بعد رحلت ہونا چاہیے۔صاف دل صوفی کے دل میں یہ بات اثر کر گئی اور انہوں نے وہ قبر بطیب خاطر دیدی ۲۷۔عفان ابن مسلم محدث انصاری کو ایک دفعہ دس ہزار ۲۸ اشرفیاں اس غرض سے دی گئیں کہ فلاں شخص کی نسبت وہ قاضی کی عدالت میں جرح وتعدیل نہ کریں۔مگر انہوں نے فرمایا کہ میں کسی کے حق کو باطل نہیں کرسکتا اور یہ کہہ کر اشرفیاں واپس کر دیں ۲۹۔

اپنے نفس کے مقابلے میں

یہ بیان عنوان حق پسندی کا اگرچہ آخری حصہ ہے۔لیکن اہمیت اور دشواری میں پچھلے دونوں بیانوں سے بڑھا ہوا ہے۔برہنہ شمشیر کے مقابلے میں حق کو نہ چھوڑنا اتنا مشکل نہیں جتنا یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے نفس کی برائیاں ازراہ انصاف قبول کرلے یا آں کہ ایک شہرہ آفاق باکمال اپنے ایک معاصر کے فضل وعلم سے اپنے علم وفضل کو کم ترمان لے۔اولاد اور جان دنیا میں بہت عزیز چیزیں ہیں مگر جو اولاد نافرمان ہوجاتی ہے وہ دشمن سے زیادہ بری معلوم ہونے لگتی ہے اور زندگی جب دل کو ستانے لگتی ہے یا کوئی حالت ایسی پیش آجاتی ہے جس کا نفس متحمل نہیں ہوسکتا تو انسان بے دھڑک اپنی حیات کا خاتمہ کردیتا ہے۔تاریخ میں ایک ایسے جوانمرد بادشاہ کا ذکر ہے جس نے آٹھ ہزار فوج سے اسی ہزار جرار فوج کے منہ پھیر دیئے تھے اور اس وقت اس کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔لیکن یہ اولوالعزم فرمان روا اپنے نفس کے مقابلے میں ہمیشہ مغلوب رہا۔یکے بعد دیگرے فاحش غلطیاں اس نے کیں اس کے مشیر سر دھنتے رہے مگر کبھی اس سے یہ نہ ہوسکا کہ اپنی غلطیوں کو غلطی مان کر راہ صواب اختیار کرلیتا۔آفریں ہے ان علمائے سلف پر جنھوں نے اپنے نفس کی خود پسندی کو قابو میں رکھا اور کبھی حق پر غالب نہیں ہونے دیا فقہ کی کتابیں اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کہ امت کے پیشوا اماموں نے کسی مسئلے میں اپنی رائے ایک ظاہر کی اور عقیدت کی مدد سے وہ مشرق ومغرب میں پھیل گئی اور سارے عالم میں اس پر عمل ہونے لگا۔پھر جب ان کو اپنی رائے کی غلطی محسوس ہوئی تو علی الاعلان اس کو چھوڑ دیا۔اس کی نظیریں ابھی عرض کی جائیں گی کہ بڑے بڑے جلیل القدر اماموں نے اپنے شاگردوں کی شاگردی کی ہے۔ایسے بھی پاک نفس بندے تھے جو کسی فن یا علم میں مشہور روزگار ہوتے تھے اور جب ان کے سامنے اسی علم کا کوئی ایسا سوال پیش کیا جاتا جس کا جواب انہیں معلوم نہ ہوتا تو وہ بدون کسی پس وپیش کے سائل سے فرمادیتے تھے لاادری یعنی میں نہیں جانتا۔امام شافعی جن کی رائے پر لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے اپنے دین ودنیا کو چھوڑ دیا ہے اپنی عقل ورائے کی نسبت یہ فرماتے ہیں

کلماادبنی الدھر ارانی نقص عقلی واذا ماازددت علما زادنی علمی بجھلی

یہ باتیں کہنے کو تھوڑی اور چھوٹی ہیں مگر کرنے کو بڑی ہیں اور بہت بڑی سلیمان ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس دونوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔حضرت ابن

عمرا کثر سوالوں کے جواب میں لاادری فرمادیتے تھے مگر حضرت ابن عباس کسی سائل کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کو تعجب آتا تھا کہ عبداللہ ابن عمر کیوں لاادری کہہ کر لوگوں کو نا کام واپس کر دیتے ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ جو مسئلہ مشتبہ پیش آئے اس میں اول تو سنت کو تلاش کرنا چاہئے اور اس کے مطابق حکم دینا اور اگر صریح سنت نہ ہو تو اپنے اجتہاد سے مدد لیں۔ اتفاق زمانہ کہ ایک روز کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوا جس کے جواب میں حضرت ممدوح متحیر رہ گئے۔ اس وقت ان کو اپنا وہ مقولہ یاد آیا جو حضرت ابن عمر کے مقابلے میں فرمایا کرتے تھے اور از راہ انصاف ارشاد کیا کہ البــــلاء موکل بالقول ۳۰۔۳۱

حدیث کے عالی مرتبہ امام شعبی بھی اکثر سوال کے وقت لاادری کہہ دیتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ ہم فقیہ نہیں ہیں۔ ہم نے تو بس یہی کیا ہے کہ جو حدیث سنی اس کو روایت کر دیا۔ فقہا وہ ہیں جو علم پر عمل بھی کرتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت عطا کے پاس ایک روز ابن ابی لیلی گئے تو حضرت عطاء نے ان سے بعض مسئلے از راہ استفادہ دریافت کئے۔ جو لوگ ان کی شان امامت سے واقف تھے ان کو تعجب ہوا کہ ابن ابی لیلی سے عطا استفادہ کریں۔ حضرت عطاء نے سنا تو فرمایا کہ حیرت کیا ہے۔ ابن ابی لیلی مجھ سے زیادہ عالم ہیں ۳۲۔ ان بزرگوں کی پاک نفسی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اپنے شاگردوں کے مقابلے میں اپنے علم وکمال کو کمتر سمجھتے تھے۔ ابن عینیہ نے اپنے شاگرد علی ابن مدینی کی نسبت ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو تم مجھ کو ابن مدینی کے ارتباط پر ملامت کرتے ہو۔ واللہ وہ مجھ سے جتنا علم حاصل کرتے ہیں مَیں اس سے زیادہ میں ان سے سیکھ لیتا ہوں ۳۳۔ یحیی ابن معین اپنے شاگرد امام ابن حنبل کی نسبت فرماتے ہیں کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مثل احمد ابن حنبل کے ہو جاؤں۔ قسم ہے اپنے رب کی میں ان کے مرتبے کو نہیں پاسکتا ۳۴۔ حماد ابن زید کا اپنے معاصر شعبہ کے بارے میں یہ قول تھا کہ جب حدیث میں میری اور شعبہ کی رائے میں مخالفت آپڑتی ہے تو میں اپنی رائے چھوڑ کر شعبہ کا قول اختیار کر لیتا ہوں۔ اس لئے کہ شعبہ شیخ سے ایک حدیث میں بیش دفعہ سن کر بھی سیر نہیں ہوتے تھے اور میں ایک بار کے سن لینے پر قانع ہوں ۳۵۔ امام شعبہ فرماتے تھے سفیان احفظ منی یعنی سفیان کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ ان کے عہد میں اس فن پاک کا کمال حفظ پر موقوف تھا لہذا امام شعبہ کا حضرت سفیان کو اپنے آپ سے زیادہ حافظ حدیث بتاتا گویا یہ کہنا ہے کہ وہ زیادہ عالم ہیں ۳۶۔ امام اوزاعی شام کے مقتدا ایک روز امام فزاری کو خط لکھوانے لگے تو کاتب سے فرمایا کہ

اول ٣٧ ان کا نام لکھنا اس لئے کہ واللہ وہ محمد سے بہتر ہیں ٣٨۔ خواجہ حسن بصری نے کسی موقع پر بیان فرمایا تھا کہ منافق کو تین علامتوں سے پہچان لیا کرو۔ جب وہ بات کہے تو جھوٹ بولے کسی کی امانت رکھے تو خیانت کرے۔ وعدہ کرے تو خلاف وعدگی کرے۔ حضرت عطاء نے ان کا یہ قول سنا تو اعتراض کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں میں یہ تینوں صفتیں تھیں۔ انہوں نے جھوٹ بولا۔ امانت میں خیانت کی اور وعدہ خلافی بھی کی۔ باایں ہمہ خداتعالی نے ان کو نبوت کا درجہ بخشا۔ لگانے والے تو برے ہوتے ہیں کسی نے حضرت عطا کا یہ اعتراض خواجہ صاحب کے کان میں ڈال دیا۔ پاک نفس خواجہ نے یہ سن کر از راہ انصاف فرمایا کہ وفوق ٣٩ کل ذی علم علیم ٤٠۔

لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کی (جن کو دربار فضل سے امام اعظم کا خطاب ملا ہے) ایک ادنی پیشہ ور حجام نے پانچ غلطیاں پکڑی تھیں۔ امام اعظم نے اس حجام کی یہ قدر کی کہ اس واقعے کو خود سنا کر قیامت تک اس کا نام کردیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایام حج میں میں نے ایک حجام سے حجامت بنوانے کا قصد کیا۔ جب میں اس سے اجرت ٹھہرانے لگا تو اس نے کہا کہ مناسک ٤١ کی اجرت نہیں ٹھہرائی جاتی۔ اس نے جب حجامت بنانی شروع کی تو میرا منہ قبلے کی جانب نہ تھا۔ اس پر حجام نے کہا قبلہ رخ ہو بیٹھو۔ میں نے بائیں طرف سے حجامت بنوانے کا ارادہ کیا تو بولا کہ حجامت سیدھی جانب سے اول بنوائی جاتی ہے۔ وہ اپنے کام میں مشغول تھا اور میں خاموش اس پر اس نے ہدایت کی کہ تکبیر پڑھتے جاؤ۔ حجامت سے فارغ ہو کر میں اٹھ کر چلا تو میرے مہربان محسن نے پوچھا کہ کہاں چلے۔ میں نے کہا اپنی فرودگاہ پر جاتا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اول دو رکعتیں پڑھ لو پھر قیام گاہ کا قصد کرنا۔ اب تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ باتیں تم کو کس نے بتلائی ہیں۔ حجام نے جواب دیا کہ میں نے حضرت عطاء کا طریق عمل ایسا ہی دیکھا تھا ٤٢۔ ائمہ حدیث کے حالات میں اس کی مثالیں کثرت سے ہیں کہ جب ان کے شاگرد شیخ بنے تو انہوں نے ان سے حدیثیں حاصل کیں۔ بلکہ محدثین کا یہ قول ہے کہ انسان اس وقت تک محدث نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اعلی ہمسر اور کمتر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرے ٤٣۔ بطور نمونہ ہم چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

امام علقمہ نے اپنے شاگرد مقاتل سے روایت کی، امام اعمش نے اپنے شاگرد سفیان بن عینیہ سے روایت کی، امام ابن جریج نے اپنے شاگرد سفیان بن عینیہ سے روایت کی، امام شعبہ نے اپنے

شاگرد سفیان بن عینیہ سے روایت کی، امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگرد ابراہیم بن طہمان سے روایت کی، امام لیث نے اپنے شاگرد عبداللہ بن واہب سے روایت کی، امام بخاری نے اپنے شاگرد عبداللہ ابن حماد سے روایت کی، امام خطیب بغدادی نے اپنے شاگرد ابن ماکولا سے روایت کی......

احمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اسحٰق ابن راہویہ کو یہ کہتے سنا کہ خداتعالیٰ حق کو پسند فرماتا ہے لہذا میں کہتا ہوں کہ ابوعبید (بغدادی) مجھ سے علم میں بڑھ کر......اور فقہ میں زیادہ ہم ابوعبید کے محتاج ہیں مگر ان کو ہماری احتیاج نہیں ۴۴۔ جب سلیمان حافظ حدیث بغداد میں وارد ہوئے اور امام احمد بن حنبل نے ان کی آمد کی خبر سنی تو حاضرین سے فرمایا کہ چلو سلیمان سے راویانِ حدیث کا پرکھنا سیکھیں ۴۵۔ امام ممدوح اور سلیمان کی جلالت شان میں جو فرق بین تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک عالم محمد کہتے ہیں کہ میں نے یحیی ابن معین کا یہ مقولہ سنا تھا کہ ہم راویانِ حدیث پر جرح کر رہے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ وہی لوگ دوسو برس سے بہشت میں آسودہ ہوں۔ ایک روز میں ابن ابی حاتم کی خدمت میں گیا تو وہ فن رجال کا درس دے رہے تھے میں نے امام ممدوح کا قول مذکور ان کو سنایا۔ ان پر اس مقولے کا یہ اثر ہوا کہ رونے لگے ہاتھوں میں رعشہ آ گیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ زارزار روتے تھے اور بار بار مجھ سے اس روایت کو کہلواتے تھے ۴۶۔ ایام طالب علمی میں ایک روز امام دارقطنی ابن انباری کی مجلس درس میں شریک ہوئے دوران املا میں ابن انباری نے ایک نام میں غلطی کی۔ دارقطنی کو اتنی جسارت تو نہ ہوئی کہ ابن انباری کو متنبہ کرتے مگر ان کے مستملی کو وہ غلطی جتادی۔ جب دوسرے جمعے کو دارقطنی پھر مجلس مذکور میں گئے تو ابن انباری نے باعلان فرمایا کہ ہم نے اس روز فلاں نام میں غلطی کی تھی اس نوجوان نے ہم کو آگاہ کردیا ۴۷۔ جوش حق پسندی اس کو کہتے ہیں۔ اگر انباری اس راز کو فاش نہ کرتے تو شاید دنیا کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ مگر انہوں نے یہ خیال فرمایا کہ اپنی ایک خطا ظاہر ہوجائے تو مضائقہ نہیں جو نوجوان طالب علم دل بڑھائے جانے کا مستحق ہے اس کی حق تلفی نہ ہونی چاہئے، حافظ ابن خیرون ؟ کو کسی نے حافظ لکھا تو وہ بگڑ گئے اور فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے جو مجھ کو حافظ لکھا جائے ۴۸۔ آجکل کے محمد فاضل اپنے نام کے اول میں مولوی (علامہ، مفتی اور گز گز بھر کے القاب) لکھا دیتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ حق بحقدار رسید۔ آل سلجوق کے بلند پایہ وزیر نظام الملک طوسی نے جو نظامیہ مدرسہ بغداد میں قائم کیا تھا اس میں شیخ ابواسحٰق شیرازی اور امام حجۃ الاسلام غزالی جیسے اکابر مدرس رہے تھے۔ فخر الاسلام شافعی جب اس کے مدرس مقرر ہوئے تو پہلے

روز مسند تدریس پر متمکن ہونے کے بعد ان اکابر کا خیال آیا جو اس مسند کی عزت بڑھا چکے تھے۔اس تصویر نے ان کے پاکیزہ قلب پر ایک کیفیت طاری کردی۔عمامہ آنکھوں پر رکھ کر بے اختیار روئے اور یہ شعر پڑھا۔

خلت الدیار فسدت غیر مسود ومن العنا تفردی بالسودد

یعنی ملک اہل کمال سے خالی ہوگیا اور میں جو شایانِ سرگردہی نہ تھا، سرگروہ بنا۔میرا سرگروہ یگانہ بننا کیسا اندوہ افزا ہے۴۹۔ادب عربی میں جو مرتبہ اصمعی کا ہے اس سے ایک زمانہ واقف ہے باوجود کلام عرب کے وقائق سے واقف ہونے کے یہ امام ادب کلام اللہ اور حدیث کے معنی بیان کرنے سے بچتا تھا۔جب اس قسم کا سوال کیا جاتا تو اصمعی جواب دیتا کہ عرب اس لفظ کے یہ معنی لیتے ہیں مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ کتاب اور سنت میں کون سے معنی مراد ہیں۵۰۔امام ادب ابوالعباس ثعلب کے پاس ایک شخص آیا اور کسی علمی مسئلہ کا جواب چاہا۔ثعلب کو چونکہ وہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لئے جواب میں لاادری کہہ دیا۔وہ بیچارہ اس امید پر آیا تھا کہ ان کے پاس مشکل حل ہوجائے گی۔یہاں جو یہ صاف جواب سنا تو بہت جھنجلایا اور کہا کہ حضور کی یہ تو شہرت ہے کہ لوگ سفر کرکے حاضر ہوتے ہیں۔اور علم کا یہ حال ہے کہ ایک ذرا سے سوال کے جواب میں لاادری ارشاد ہوتا ہے۔ثعلب نے ازراہِ ظرافت کہا کہ میرے پاس جتنی لاادریاں ہیں اگر تمہارے پاس اتنے اونٹ ہوتے تو تم بڑے مال دار ہوجاتے ۵۱۔

متنبی مشہور شاعر کا واقعہ قتل اس بات کی ایک بے نظیر مثال ہے کہ ان دنوں سچی بات دلوں پر کیا اثر کرتی تھی۔شاعر مذکور اپنے وطن کو واپس آرہا تھا۔بغداد کے سواد میں پہنچا تو خون خوار قزاقوں نے حملہ کیا۔اول تو متنبی مع رفقا کے خوب لڑا مگر پھر جان بچا کر بھاگا۔اس کے دلیر غلام نے آقا کو بھاگتا دیکھ کر کہا کہ جس شخص کا یہ شعر ہو حیف ہے کہ لوگ اس کی نسبت بھاگنے کا تذکرہ زبان پر لائیں۔

۵۲۔فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی والحرب والضرب والقرطاس والقلم

متنبی یہ سن کر میدان کی طرف لوٹ پڑا اور اتنا لڑا کہ اسی جگہ کام آگیا۵۳۔ابوالعلا اور ابن اسحٰق دونوں فن ادب کے مشہور امام تھے۔ایک بار نحو کے علم میں ان میں باہم مناظرہ ہوا تھا۔کسی موقع پر ابوالعلاء نے یونس نحوی سے اس مناظرہ کا تذکرہ کیا تو صاف دلی سے اعتراف کیا کہ اس مناظرے

میں ابن ابی اسحٰق قاعدہ ہمزہ میں مجھ پر غالب آگئے تھے۔اس فصل پر میں نے بعد کو غور کیا ہے۵۴
ابوزید انصاری سے کسی نے پوچھا کہ فلاں موقع پر تم مخررق بولتے ہو اور ابوعمرو مخررق صحیح کون سا لفظ ہے۔ابوزید نے کہا کہ چونکہ ابوعمرو کی والدہ نبطی ہے اور یہ لغت بھی نبطی ہے۔اس لئے ابوعمرو کا قول زیادہ مستند ہے۵۵۔

شعرا اپنی بدد ماغی اور بے نیازی میں ضرب المثل ہیں۔ان کی نازک مزاجی دوسروں کے کمال کے سامنے سر جھکانے کو گوارا نہیں کرتی۔جس قرن کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس کے اثر نے شاعروں کو بھی اچھوتا نہیں چھوڑا تھا۔ابوالعتاہیہ ایک دفعہ اپنے معاصر بشار سے ملنے گئے اور اثنائے کلام میں بشار سے کہا کہ تمہارے یہ شعر اعتذار ینکا میں مجھ کو نہایت پسند ہیں۔

کم صدیق لی اسا　　رقه البکاء من الحیاء
و اذا تفطن لامنی　　فاقول مالی من بکاء
لکن ذهب لارتدی　　فطرفت عینی بالرداء

بشار نے کہا کہ اس مضمون میں تقدم کا شرف آپ کو حاصل ہے اور میں کاسہ لیس ہوں میرا شعر آپ ہی کی دریا کا قطرہ ہے۔چنانچہ آپ نے کہا ہے ۔

فقالوا قدبکیت فقلت کلا　　وهل تبکی من الجزع الجلید
ولکن قداصاب سوادعینی　　عوید وری له طرف حدید
فقالوا ماندمعهماسواله　　اکلت مقلتیک اصاب عود ۵۶۔

ایک روز مولانا شمس الدین رومی سے کسی نے کہا کہ شیخ ابن الوفاء مولانا خسرو کے پاس تو جاتے ہیں مگر آپ کے پاس نہیں آتے مولانا نے جواب دیا کہ حق بجانب شیخ کے ہے۔مولانا خسرو عالم باعمل ہیں اس لئے قابل زیارت ہیں۔میں نے اگرچہ علم پڑھا ہے مگر سلاطین کی صحبت میں بیٹھتا ہوں اس لئے قابل زیارت نہیں رہا۵۷ ....(جاری ہے)

عالم اسلام کو
ماہِ ربیع الاول مبارک ہو
(مجلس ادارت)